بسم اللہ الرحمن الرحیم
اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ
نضر اللہ امرءً اسمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ
ماھنامہ
اشاعۃ
الحدیث
حضرو
رجب ۱۴۳۵ھ مئی ۲۰۱۴ء
117
شمارہ نمبر
بانی
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
مروجہ طریقہ تعزیت کی حقیقت
انوار السنن فی تحقیق آثار السنن
اثبات عذاب القبر
صدقہ (فضائل اعمال)
سنت کے سائے میں
مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک : پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

جامعہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک عرصہ دراز سے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی دینِ حنیف کی خدمت میں مصروف عمل رہا ہے۔ جامعہ سے اب تک بیسیوں حفاظ، علماء اور محققین فیض یاب ہو چکے ہیں جو ملک و بیرونِ ملک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جامعہ ہذا محدث العصر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اسی منہج کے مطابق علمی فروغ کے لئے کوشاں ہے۔

ادارے میں درج ذیل شعبہ جات قائم ہیں

تحفیظ القرآن: کم سے کم مدت میں پختہ منزل کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے اور بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ شعبہ ماہر اساتذہ کی نگرانی میں کامیابی کی طرف گامزن ہے۔

تجوید القرآن: امسال اس کا باقاعدہ اجراء کیا جا رہا ہے جس میں اصولِ تجوید کے مطابق مشق، حدر اور منزل پختہ کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

درسِ نظامی: چھ سالہ کورس، وفاق المدارس السلفیہ کے نصاب کے عین مطابق ہے۔ عصری علوم کا ذوق رکھنے والے ذہین و فطین طلباء کی بھرپور حوصلہ افزائی اور مکمل راہنمائی کی جاتی ہے۔

جامعہ عائشہ للبنات: جس میں طالبات کی تعلیم و تربیت کے لئے چار سالہ درس نظامی کا کورس ہے۔

تحقیق و تصنیف: اس شعبے میں اہم موضوعات پر کتاب و سنت کی روشنی میں تحقیق و تنقیح کے بعد کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں جو ایک عرصے سے خوش اسلوبی کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

لائبریری: ملک کی چند اہم اور بڑی لائبریریوں میں اس کا شمار ہوتا ہے جس میں حدیث، تفسیر، اسماء الرجال، تاریخ، ادب اور دیگر کئی موضوعات پر نادر کتب موجود ہیں۔ جگہ کی تنگی کے باعث لائبریری کو مزید وسعت دی جا رہی ہے، دوسرے فلور کی تعمیر کا آغاز عنقریب ہو رہا ہے جو یقیناً احباب کی توجہ کا حامل پروجیکٹ ہے۔ بعض موضوعات پر ریسرچ کرنے کے لئے دور دراز سے آنے والے ریسرچرز کی رہائش اور کھانا ادارے پر ہی ہے۔

دارالافتاء: روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ خط کتابت، انٹرنیٹ اور فون کے ذریعے سے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض حضرات بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں اور قلبی اطمینان کے بعد واپس جاتے ہیں۔

مجلّہ اشاعۃ الحدیث

خالص کتاب و سنت کی دعوت پر مبنی ہے جو عرصہ دس (۱۰) سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ متلاشیانِ حق کے لئے مشعلِ راہ ہے اور بے شمار لوگ اس کے ذریعے سے دعوتِ حق قبول کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رسالے کو ہر سو عام کیا جائے اور اس کی مسلسل اشاعت کے لئے بھرپور تعاون کیا جائے

الداعی الی الخیر

حافظ شیر محمد

مدیر الجامعہ، حضرو ضلع اٹک

رابطہ نمبر: Contact No. 0300-5288783

Acount No: 0120022544	اکاؤنٹ نمبر:
Branch Code: 0105	برانچ کوڈ:
Allied Bank Hazro	الائیڈ بینک حضرو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

117

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماھنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 11	رجب ۱۴۳۵ھ مئی ۲۰۱۴ء	شمارہ: 5

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مدیر: حافظ ندیم ظہیر

معاونین

ابو جابر عبداللہ دامانوی	ابو خالد شاکر
محمد سرور عاصم	محمد ارشد کمال
محمد زبیر صادق آبادی	محمد صدیق رضا

قیمت

فی شمارہ : 30 روپے

سالانہ : 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد الاثری

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0301-8556571

اس شمارے میں

تفسیر سورۂ مائدہ (آیت: ۳)

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۳ ﴾

''تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا گیا ہے اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے سے مرجانے والا جانور اور چوٹ لگنے سے مرجانے والا اور گر کر مرنے والا اور جو کسی کے سینگ لگنے سے مرجائے اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر جو تم ذبح کرلو اور جو (جانور) تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم فال کے تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو، یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔ آج وہ لوگ ناامید ہوگئے جنھوں نے تمھارے دین سے کفر کیا، چنانچہ تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا، پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کردیا جائے اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (۵/ المآئدۃ: ۳)

فقہ القرآن:

۱: آیت: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ﴾ سے ﴿ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ تک کی تفسیر سابقہ شمارے (۱۱۶) میں گزر چکی ہے۔

۲: ﴿ وَالْمُنْخَنِقَةُ ﴾ اِنْخِنَاقٌ مصدر سے اسم فاعل واحد مونث غائب ہے، یعنی گلا

گھونٹ کر مارا ہوا جانور یا خود گلا گھٹنے سے مر جانے والا۔

امام قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَالْمُنْخَنِقَةُ﴾ سے مراد وہ (جانور) ہے جو گلا گھٹنے سے مر جائے۔ (تفسیر طبری ۹/۴۹۴ وسندہ حسن)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مشرکین چوپایوں کے گلے اس قدر گھونٹتے کہ وہ مر جاتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔''

(تفسیر طبري ۹/ ٤٩٥)

۳: ﴿وَالْمَوْقُوْذَةُ﴾ وَقْذٌ مصدر سے ہے، یعنی ڈنڈے وغیرہ کی چوٹ سے مرا ہوا جانور۔

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض (نوک دار لکڑی) سے کئے گئے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ((مَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ، فَكُلْ وَ مَا أَصَبْتَ بِعَرْضِهِ فَهُوَ وَقِيْذٌ.)) ''جو اس کی نوک سے مرے، تو اسے کھا سکتے ہو اور جو اس کے عرض (چوڑائی) کی طرف سے مرے تو (اسے مت کھاؤ کیونکہ) وہ لٹھ مارا ہوا (مردار) ہے۔''

(صحیح بخاری: ٥٤٧٥، صحیح مسلم: ١٩٢٩، سنن ابن ماجه: ٣٢١٤ واللفظ له)

امام قتادہ رحمہ اللہ نے ﴿وَالْمَوْقُوْذَةُ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: وہ (مشرکین) جانور کو اس قدر مارتے کہ وہ ڈنڈوں کی ضربوں کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا، پھر وہ اسے کھاتے تھے۔

(تفسیر طبری ۹/ ٤٩٦ وسنده صحيح)

۴: ﴿وَالْمُتَرَدِّيَةُ﴾ اسم فاعل واحد مونث، باب تفعل ہے۔ وہ جانور جو اُوپر سے گر کر یا کنویں میں گر کر مر جائے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے فرمایا: اسی طرح (اللہ تعالیٰ نے) تم پر وہ مردار بھی حرام کر دیا ہے جو پہاڑ سے گر کر یا کنویں وغیرہ میں گر کر مر جائے۔

(تفسیر طبری ۹/ ٤٩٨)

۵: ﴿وَالنَّطِيْحَةُ﴾ نَطْحٌ مصدر سے ہے، یعنی وہ جانور جسے کسی دوسرے جانور نے

سینگ مارے اور وہ مر گیا۔ ایسے جانور کا گوشت کھانا شرعاً جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

٦: ﴿وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ﴾ اس سے مراد وہ جانور ہیں جن پر کوئی درندہ کتا وغیرہ حملہ آور ہو کر اس کا کوئی حصہ کھالے اور وہ مر جائے۔ اس جانور کو کھانا بھی حرام ہے۔

٧: ﴿اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ تَذْكِيَةٌ مصدر سے ماضی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور تذکیہ ذبح کے معنی میں آتا ہے، یعنی مذکورہ علتوں سے متصف جانور، مثلاً منخنقة اور موقوذة وغیرہ۔ اگر ان کو مرنے سے پہلے شرعی طریقے سے ذبح کر لیا جائے تو ان کو کھانا جائز و حلال ہے۔

امام قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم (مذکورہ اوصاف کے جانور کو) اس حال میں پاؤ کہ وہ آنکھ سے دیکھ رہا ہے یا اس کے کان ہل رہے ہیں تو وہ (ذبح کرنے کے بعد) تمھارے لیے حلال ہے۔ (تفسیر طبري ٩/ ٥٠٣ وسنده حسن)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے فرمایا: بعض کے نزدیک تحریم سے استثنا مراد ہے نہ کہ محرمات سے ... یعنی ﴿اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ کی رُو سے صرف وہی حلال جانور تم پر حلال ہیں جنھیں تم شرعی طریقے سے ذبح کر لو۔ (تفسیر طبري ٩/ ٥٠٥)

﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ ''اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔''

نصب: ایسے پتھر کو کہا جاتا ہے جسے پوجنے کے لیے نصب کیا جاتا ہے اور اس پر ذبح شدہ جانوروں کے خون (اور گوشت) کے چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔

(تفسیر قرطبي ٧/ ٢٨٥)

پیر کرم شاہ الازہری بریلوی نے لکھا: ''اور اس سے مُراد ہر ایسی جگہ ہو سکتی ہے جو مشرکانہ رسُوم کی ادائیگی کے لیے مخصوص ہو۔'' (ضیاء القرآن ١/ ٤٣٨)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ کام حرام کر دیے اور ان جانوروں کا کھانا بھی حرام کر دیا جو ان آستانوں پر ذبح ہوتے ہیں، اگرچہ ان جانوروں کے ذبح کے وقت بسم اللہ بھی پڑھی گئی ہو کیونکہ یہ شرک ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے

حرام قرار دیا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۱۸)

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ (مقام) پر ایک اونٹ ذبح کرے گا، پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: بلاشبہ میں نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے تو نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا وہاں جاہلیت کا کوئی بت تھا جس کی عبادت ہوتی رہی ہو؟'' صحابہ نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا وہ جگہ ان کی میلہ گاہ تھی؟'' صحابہ نے عرض کیا: نہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرلو کیونکہ اللہ کی معصیت و نافرمانی والی نذر کی وفا نہیں اور نہ اس کی جو آدمی کی ملکیت میں نہ ہو۔'' (سنن أبي داود: ۳۳۱۳ وسنده صحيح)

۸: ﴿وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ﴾ تَسْتَقْسِمُوْا: اِسْتِقَامٌ مصدر سے مضارع جمع حاضر ہے اور اَزْلَامٌ: زَلَمٌ کی جمع ہے، یعنی وہ تیر جن کے ذریعے سے مشرکین قسمت کا حال معلوم کرتے تھے۔

امام قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی سفر کا ارادہ کرتا تو وہ تیروں (میں سے ایک) پر لکھتا کہ یہ مجھے رکنے کا حکم دے گا اور یہ (دوسرا) مجھے سفر کے لیے نکلنے کا حکم دے گا اور ان دونوں کے ساتھ ایک خالی تیر ہوتا جس پر کچھ بھی نہیں لکھا ہوتا تھا، پھر جس وقت وہ سفر کے لیے نکلنے کا ارادہ کرتا تو ان کے ذریعے سے قسمت کا حال معلوم کرتا۔ اگر سفر پہ جانے کی فال نکل آتی تو وہ سفر کے لیے نکل پڑتا اور کہتا: اب مجھے سفر میں خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ (غم و الم) نہیں پہنچے گا۔ اگر رکنے کی فال نکل آتی تو وہ رک جاتا اور اگر وہ دوسرا (خالی تیر) نکل آتا تو وہ اسے دوبارہ گھماتا حتیٰ کہ دو لکھے ہوؤں میں سے کوئی تیر نکل آتا۔

(تفسير طبري ۹/ ۵۱۲ وسنده حسن)

شریعت اسلامیہ میں ان تمام امور کو ﴿ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾ ''یہ سب گناہ کے کام ہیں۔'' کہہ کر اہل ایمان و اسلام کو ان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا: ''جس طرح فال کے تیروں کے ذریعہ اپنی قسمت

کا حال معلوم کرنا اور امور غیبیہ کو دریافت کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ اسی طرح نجومیوں سے قسمت کا حال معلوم کرنا، یا جو لوگ ستارہ شناسی کے دعویٰ دار ہیں، ان سے مستقبل کا حال معلوم کرنا بھی ممنوع اور حرام ہے۔ ہمارے بعض اخبارات اور رسائل میں اس عنوان سے کالم چھپتے ہیں آپ کا یہ ہفتہ کیسے گزرے گا؟ اور اٹکل پچو سے غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں، نجومی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ طوطا، اپنی چونچ سے لفافہ نکالتا ہے، بعض صوفی باصفا قسم کے لوگ قرآن سے فال نکالتے ہیں۔ یہ تمام امور باطل، ناجائز اور حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔'' (تبیان القرآن ۳/ ۵۷، ۵۸)

۹: ﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ﴾ ''اور آج وہ لوگ ناامید ہو گئے جنھوں نے تمھارے دین سے کفر کیا، پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔''

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے فرمایا: اے مومنو! تم کفار سے مت ڈرو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو تمھیں تمھارے دین سے پھیرنے سے پوری طرح مایوس ہو چکے ہیں اور نہ تم اس بات کا خوف رکھو کہ وہ تم پر غالب آجائیں گے، البتہ وہ تمھیں تمھارے دین سے زبردستی (بزور طاقت) پھیرنے کی کوشش کریں گے (لہٰذا خاص) مجھ ہی سے ڈرو۔ اگر تم نے میرے احکام کی مخالفت کی، میری معصیت و نافرمانی کا ارتکاب کیا اور میری قائم کردہ حدود سے تجاوز کیا تو میرے عقاب و عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔ (تفسير طبري ۹/ ۵۱۷)

۱۰: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا۔''

امام قتادہ رحمہ اللہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دین کو خالص کر دیا اور مشرکوں کو بیت اللہ سے دور کر دیا۔

(تفسير طبري ۹/ ۵۲۰ وسنده حسن)

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ کی کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے آپ پڑھتے ہیں۔ اگر وہ ہم

یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ... ﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس دن اور اس مقام کو خوب جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ جمعہ کے دن عرفات میں کھڑے تھے۔

(صحيح بخاري: ٤٥، صحيح مسلم: ٣٠١٧)

تکمیل دین کے بعد اس میں کمی بیشی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾ ''اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' (٣/ آل عمران: ٨٥)

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو پسند کیا ہے، لہٰذا جو شخص اللہ کے پسندیدہ دین کے علاوہ کسی اور دین پر چلے گا، اس کا عمل مقبول نہیں ہوگا، کیونکہ دین اسلام میں اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت قبول کرنا اور رسولوں کی اتباع کرنا شامل ہے۔ جب تک یہ نہ کرے، اس وقت تک اس نے اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا اور اللہ کے ثواب کا باعث بننے والا عمل نہیں کیا۔

١١: ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ﴾ ''جو شخص بھوک میں لاچار ہو جائے، گناہ پر مائل ہونے والا نہ ہو۔''

یعنی جو شخص بھوک کی وجہ سے لاچار ہو جائے اور ضرورت اسے ان محرمات میں سے کچھ کھانے پر مجبور کر دے جن کا تذکرہ ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ﴾ کے تحت ہو چکا ہے، لیکن یہ شرط ملحوظ رہے کہ وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو اور اضطراری حالت میں ضرورت سے بڑھ کر نہ کھائے تو اس کی عارضی اجازت ہے۔

١٢: ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

اس میں اشارہ ہے کہ اضطراری حالت میں محرمات کے مرتکب شخص کے لیے عفو و درگزری ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اضواء المصابیح

الفصل الثالث

٤٦٨: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْنُبُ، ثُمَّ يَنَامُ، ثُمَّ يَنْتَبِهُ ثُمَّ يَنَامُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ.

سیدہ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنبی ہو جاتے، پھر سو جاتے، پھر جاگتے، پھر سو جاتے تھے۔ اسے احمد (٦/ ٢٩٨ ح ٢٧٠٨٧) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

شریک القاضی مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

٤٦٩: وَعَنْ شُعْبَةَ قَالَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، يُفْرِغُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى سَبْعَ مِرَارٍ ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ، فَنَسِيَ مَرَّةً كَمْ أَفْرَغَ، فَسَأَلَنِيْ، فَقُلْتُ: لَا أَدْرِيْ، فَقَالَ: لَا أُمَّ لَكَ، وَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَدْرِيَ؟ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ يُفِيْضُ عَلٰى جِلْدِهِ الْمَاءَ، ثُمَّ يَقُوْلُ: هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَطَهَّرُ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) جب غسل جنابت کرتے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر سات بار پانی ڈالتے، پھر اپنی شرمگاہ دھوتے تھے۔ ایک دفعہ وہ بھول گئے کہ انھوں نے کتنی بار پانی ڈالا ہے، لہٰذا مجھ سے پوچھا تو میں نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں۔ انھوں نے فرمایا: تیری ماں نہ رہے، تجھے جاننے سے کس نے روکا ہے؟ بعد ازاں وہ نماز والا وضو کرتے، پھر اپنے جسم پر پانی بہاتے تھے۔ پھر فرماتے: رسول اللہ ﷺ اسی طرح غسل

(پاکیزگی حاصل) کرتے تھے۔ اسے ابوداود (۲۴۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

شعبہ مولیٰ ابن عباس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

۴۷۰: وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَافَ ذَاتَ یَوْمٍ عَلٰی نِسَائِهٖ یَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهٖ، وَعِنْدَهٰذِهٖ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهٗ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلاَ تَجْعَلُهٗ غُسْلًا وَّاحِدًا اٰخِرًا؟ قَالَ: ((**هٰذَا اَزْکٰی وَاَطْیَبُ وَاَطْهَرُ**.)) رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ.

ابورافع (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ازواج مطہرات کے پاس گئے، ایک کے ہاں غسل کیا اور پھر دوسری کے ہاں غسل کیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ آخر میں ایک ہی بار غسل کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ زیادہ پاکیزہ، عمدہ اور زیادہ طہارت والا طریقہ ہے۔'' اسے احمد (۶/ ۸ ح ۲۴۳۶۳) اور ابوداود (۲۱۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث کو ابن ماجہ (۵۹۰) نے بھی روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: یہ حدیث دلیل ہے کہ ایک سے زائد مرتبہ جماع کے لیے پہلے غسل کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہر بار غسل کرنے کو محض زیادہ پاکیزگی وعمدگی قرار دیا ہے۔

۲: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سابق (۴۵۵) سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی غسل کے ساتھ ازواج مطہرات کے ہاں چکر لگا لیا کرتے تھے۔

۳: علمائے حدیث کی صراحت سے یہ بات واضح ہے کہ یہ دو علیحدہ مواقع ہیں، لہٰذا ان میں کوئی اختلاف وتضاد نہیں ہے۔

ابوزھیر طاہر تنویر بہاولنگری

مروجہ طریقۂ تعزیت کی حقیقت

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:

ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور (مارچ ۲۰۱۴ء) میں ''تعزیت میں میت کے لیے دعائے مغفرت'' نامی مضمون چھپا جوسارے کاسارا'' کلمة حق أرید بھا الباطل'' کا مصداق ہے۔ ہم مضمون نگار کی قیل وقال اور چٹکلوں کونظرانداز کرتے ہوئے اصل موضوع کوواضح کرنے کی کوشش کریں گے۔(ان شاءاللہ)

صاحبِ مضمون ابوعبداللہ محمد شعیب نے اس سلسلے میں تین احادیث کو بنیاد بنا کر اپنا ذہنی اور رائج الوقت مفہوم بیان کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ درج ذیل سطور میں بترتیب ان کا تجزیہ پیشِ خدمت ہے:

موصوف لکھتے ہیں: ''تو اس مسئلہ میں پہلی حدیث نبوی ملاحظہ فرمائیے جو صحیح مسلم میں ہے۔ سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ایک صحابیِ رسول سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ سے زنا کا ارتکاب ہوگیا اور اپنے جوشِ ایمان سے انھوں نے خود اس کا اعتراف بھی کرلیا بلکہ اینٹوں اور پتھروں سے رجم ہونے کے لیے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے رجم کرنے کا حکم دیا اور وہ رجم کردیے گئے تو اس بارے میں صحابہ کرام کے دو ذہن ہوگئے۔ بعض نے اس جرأت پر اُسے دادِ تحسین دی، جبکہ بعض نے اس فعل کو اچھا نہ جانا... ''پھر وہ اسی کشمکش میں دو یا تین دن رہے، پھر اللہ کے رسول آئے اس حال میں کہ وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے السلام علیکم کہا، پھر بیٹھ گئے، پھر فرمایا: ''ماعز بن مالک کے لیے بخشش ومعافی کی دعا کرو۔'' حاضرین نے دعا کرتے ہوئے کہا: یاباری تعالیٰ! ماعز بن مالک کو بخشش ومعافی سے نواز دے۔''

(صحیح مسلم:۱۶۹۵)'' (ضیائے حدیث ص۱۶)

تجزیہ: ا: اس حدیث کو جس محدث یا شارح نے بھی بیان کیا، بطور تبویب یا اس کی شرح میں مضمون نگار کی طرح قطعاً استدلال نہیں کیا، یہ موصوف کی صریح ذہنی اختراع ہے۔

۲: ”پھر اسی کشمکش میں دو یا تین دن رہے۔“ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف محض زنا کے مرتکب شخص کے بارے میں تھا کہ آیا ایسے شخص کے لیے دعائے مغفرت کی جائے یا نہ؟ اور اسی اختلاف کو دور کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ماعز بن مالک کے لیے بخشش و معافی کی دعا کرو۔“ اور ان کی تسلی و تشفی کے لیے اس سے متصل بعد فرمایا: ((لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ)) ”اس (ماعز بن مالک) نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے امت کے درمیان تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔“ یہ اپنے سے ماقبل ”ماعز کے لیے دعا کرو“ کی توجیہہ ہے، لیکن موصوف حدیث کے اس حصے کو سہواً یا قصداً نہ لکھ سکے، کیونکہ اگر یہ لکھ دیتے تو مذکورہ حدیث کا مفہوم لوگوں پر واضح ہو جاتا اور ابو عبداللہ صاحب اپنا ذہنی اور رائج الوقت مفہوم اس حدیث سے کشید نہ کر پاتے۔

تنبیہ: ...... یاد رہے کہ فوت شدگان کے لیے خاص مواقع کی تعیین کے بغیر کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن موصوف نے اسے بھی اختلافی باور کرانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اختلاف صرف مروجہ طریقے میں ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث سے نہیں ملتا۔

۳: ”پھر اللہ کے رسول آئے اس حال میں کہ وہ (لوگ) بیٹھے ہوئے تھے۔“ حدیث کے اس ٹکڑے سے مضمون نگار نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ لوگ مروجہ طریقے کے مطابق ”پھوڑی“ پر تعزیت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر فرمایا: ”دعا کرو۔“ اس مغالطے کی تردید کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ تو اختلاف اور کشمکش کے ایام تھے، پھر صحابہ دعا کے لیے کیسے اور کیونکر جمع ہو گئے؟ نیز وہ لوگ اپنی کسی نجی مجلس میں بیٹھے تھے یا کہیں اور... اس کی کوئی وضاحت حدیث میں نہیں، لہٰذا حدیث کے اس ٹکڑے سے

تعزیت کے مروجہ طریقے پر استدلال کرنا مردود ہے کیونکہ "إذا جاء احتمال بطل الإستدلال " اس سے تو یہی بات عیاں ہوتی ہے کہ جولوگ ''زنا کے مرتکب شخص کیلئے دعائے مغفرت'' کے بارے میں کشمکش کا شکار تھے، آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور انھیں فرمایا کہ ''دعا کرو۔'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجوم شخص کے لیے بھی دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے۔

۴: محمد شعیب صاحب لکھتے ہیں: ''کیا اس سے ثابت نہیں ہو رہا کہ اہل میت کے ہاں جا کر حاضرین کو میت کے لیے دعا کرنے کا کہہ سکتے ہیں۔'' (ضیائے حدیث ص ۱۶)

تجزیہ: موصوف کی قوتِ استدلال پر داد دینے کو دل چاہتا ہے کہ پوری حدیث میں ''اہل میت'' کا ذکر نہیں لیکن انھوں نے محنت شاقہ کے بعد ''اہل میت'' کشید کر لیا اور ان سے بھی بڑھ کر عالمی ادارے دارالسلام کو کہ جس کی تحقیق کا ضیائے حدیث آئینہ دار ہے۔ سبحان اللہ

ابوعبداللہ صاحب کو چاہیے تھا کہ قیل وقال اور چٹکلوں کے بجائے دلیل پیش کرتے کہ جن لوگوں کے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے تھے وہ اہل میت ہی تھے!!!

لیکن موصوف نے بنیاد (دلیل) کے بغیر ہی (استدلال کی) عمارت کھڑی کر لی ہے۔ اس سلسلے میں ہم یہی عرض کریں گے کہ **ثبت العرش ثم انقش**

اس اعتراض کے بارے میں مضمون نگار کوئی دلیل پیش کر سکے ہیں اور نہ کر پائیں گے۔ (ان شاءاللہ)

البتہ بطور استہزاء وطنز کافی سطریں کالی کر چکے ہیں جنھیں ہم نظر انداز کرتے ہوئے انھی کی تحریر سے اصولی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

صاحبِ مضمون لکھتے ہیں: ''اس بارے میں صحابہ کرام کے دو ذہن ہو گئے... پھر وہ اسی کشمکش میں دو یا تین دن رہے... پھر اللہ کے رسول آئے اس حال میں کہ وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔''

قارئین کرام! موصوف کے درج بالا ترجمہ کو بترتیب بار بار غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم

ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کن لوگوں کے پاس تشریف لائے تھے: دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس یا خاص اہل میت کے پاس؟ بلکہ اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کی جماعت دو ذہن ہوئی، وہی کشمکش میں رہے اور انھیں کے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے تھے۔

جب حدیث کے کسی بھی پہلو سے اہل میت کی خصوصیت ثابت نہیں ہو رہی تو مضمون نگار کس نامعلوم مقصد کی تکمیل کے لیے اہل میت کا راگ الاپ رہے ہیں؟؟!!

محمد شعیب صاحب لکھتے ہیں: ''اسی دعا کے بارے میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں جس میں اس دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا بھی ذکر ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے: راوی حدیث سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے اور میرے چچا ابو عامر کو رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ میں بھیجا۔ میرے چچا اس جنگ میں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ شہید ہوتے وقت انھوں نے مجھے امیرِ لشکر بنا دیا اور کہہ گئے: بھتیجے! اللہ کے نبی کو میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا: میرے لیے بخشش کی دعا کریں، کہتے ہیں: جنگ سے واپسی پر میں حاضر ہوا اور چچا جان ابو عامر کی بخشش کے لیے دعا کی درخواست پیش کی۔ حدیث کے الفاظ ہیں: ((فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ ......))'' آپ ﷺ نے پانی منگوایا، اس سے وضو کیا، پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اے باری تعالیٰ! اپنے بندے ابو عامر کو معاف کر دے۔'' آپ ﷺ نے ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی، پھر آپ ﷺ نے (مزید دعا کرتے ہوئے) فرمایا: ''اے باری تعالیٰ! روز قیامت اسے اپنی بہت سی مخلوق سے اونچا مقام و مرتبہ عطا فرمانا۔'' ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (موقع غنیمت جانتے ہوئے) میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے لیے بھی بخشش کی دعا فرما دیجیے! تو نبی کریم ﷺ نے (میرے لیے بھی دعا کرتے ہوئے) فرمایا: ''اے باری تعالیٰ! عبداللہ بن قیس کے گناہ معاف فرما دے اور روز قیامت اسے باعزت داخلے کی جگہ میں داخل فرمانا۔'' (صحيح البخاري: 4323)'' (ضیائے حدیث ص ۱۶)

تجزیہ: ا: اس حدیث میں مذکورہ دعا کو تعزیت کے ساتھ خاص کرنا شعیب صاحب ہی کا کمال اور خاصا ہے۔

۲: پہلی حدیث کے تحت محترم نے جو زور آزمائی کی تھی، اس حدیث کو نقل کر کے "اپنی محنت شاقہ پر" پانی پھیر لیا ہے، کیونکہ پہلی حدیث کی رُو سے موصوف بضد تھے کہ اہل میت کے پاس جا کر دعائے مغفرت کرنی چاہیے، جبکہ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ اہل میت دعا کرانے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو صاحبِ مضمون کے عنوان سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا۔ فتدبر جداً

۳: یہ بات تو خود مضمون نگار کو بھی تسلیم ہے کہ "اس حدیث کے بارے میں صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ...... یہ تو ایک وصیت و درخواست کی دعا تھی۔ چلیے ایسے ہی مان لیجئے"

(ضیائے حدیث ص ۱۶)

جب حقیقت کو مان لیا ہے تو پھر "مروجہ طریقۂ تعزیت" پر اس حدیث سے استدلال چہ معنی دارد؟

۴: حیرت ہے کہ موصوف "آنے اور جانے" میں فرق کرنے سے بھی قاصر ہیں!!

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جنگ سے واپسی پر میں حاضر ہوا، یعنی نبی ﷺ کے پاس گیا اور دعا کی درخواست پیش کی۔"

اور ہمارے محترم استدلال کر رہے ہیں کہ "اب اگر میت کو یہ معلوم ہو کہ معمولی سی وصیت کرنے سے اس کے لیے نہ جانے کتنی دعائیں اور التجائیں ہوں گی، علماء، خطباء، صلحاء، قراء اور حفاظ آئیں گے" (ضیائے حدیث ص ۱۶)

قارئین کرام! غور کریں کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دعا کے لیے نبی ﷺ کے پاس جانے کا کہا گیا، جبکہ شعیب صاحب نے محنت شاقہ کے بعد "آئیں گے" کشید کر لیا ہے۔

سبحان اللہ

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ابو عبداللہ محمد شعیب صاحب لکھتے ہیں:

''اس بارے میں تیسری حدیث آپ ﷺ کی وہ دعا ہے جو آپ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جا کر کی اور فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ، وَاغْفِرْلَنَا وَ لَهٗ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ! وَافْسَحْ لَهٗ فِي قَبْرِهٖ، وَ نَوِّرْلَهٗ فِيْهِ'' یعنی ''اے اللہ! ابو سلمہ کو بخشش و مغفرت سے نواز، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجات بلند فرما اور اس کے بعد اس کی باقی ماندہ اولاد کے امور سنبھال لے، اے رب العالمین! ہمیں اور اس میت کو بخش دے اور اس کی قبر کو اس کے لیے وسیع کر دے اور اسے منور فرما۔''

(صحیح مسلم : 920، و احکام الجنائز، ص : 208)

یہ حدیث اس بارے میں بہت واضح ہے اور روایت بھی صحیح مسلم کی ہے۔ اب تو کوئی اشکال باقی نہیں رہنا چاہیے'' (ضیائے حدیث ص ۱۷)

تنبیہ: مذکورہ خط کشیدہ الفاظ محض محمد شعیب صاحب کی ''محنت شاقہ'' کا نتیجہ ہے، ورنہ حدیث میں اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

تجزیہ: اپنی عادت کے مطابق موصوف نے یہاں بھی ''ڈنڈی'' ماری ہے، کیونکہ اگر حدیث کا ابتدائی حصہ بھی لکھ دیا جاتا تو قارئین بات کی تہہ تک پہنچ جاتے، لہٰذا صاحبِ مضمون نے اسے لکھنا گوارہ نہیں کیا، صرف وہی حصہ تحریر کیا ہے جس سے مغالطہ دینا ممکن تھا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ (کی تیمارداری کے لیے ان) کے پاس آئے (جبکہ وہ فوت ہو چکے تھے) اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا اور فرمایا: ''جب روح قبض کی جاتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے۔'' تو ان کے گھر والوں نے رونا شروع کر دیا، آپ نے فرمایا: ''اپنے لیے اچھی دعا ہی کرو کیونکہ جو تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔'' (صحیح مسلم: ۹۲۰) پھر آپ نے مذکورہ دعا فرمائی۔

حدیث کے اس حصے کو پڑھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ''مروجہ طریقۂ تعزیت'' پر اس

حدیث سے استدلال مغالطہ دہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ علامہ نووی نے اس حدیث پر بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: ''جب موت واقع ہو جائے تو میت کی آنکھیں بند کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا۔''

امام ابوداود رحمہ اللہ نے حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا: ''روح نکلنے کے بعد میت کی آنکھیں بند کرنا۔'' (سنن ابی داود: ۳۱۱۸)

اس حدیث کی توضیح صحیح مسلم (۹۱۹) ہی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کسی مریض یا قریب الموت شخص کے پاس جاؤ تو اچھی باتیں کیا کرو کیونکہ تم (وہاں) جو کہتے ہو، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔''

یعنی ان مواقع پر ان کے لیے دعا کرنی چاہیے، لیکن ہمارے محترم ہر دعا سے ''مروجہ طریقۂ تعزیت'' پر استدلال کرتے نظر آتے ہیں جو کہ خالص ان کی ذہنی اختراع ہے۔

اس حدیث سے کسی بھی محدث نے ''مروجہ طریقۂ تعزیت'' پر استدلال نہیں کیا، لہٰذا یہ بھی موصوف کی سابقہ ''محنت شاقہ'' ہی کی طرح مردود ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے تعزیت کے لیے اجتماع کو، یعنی مروجہ طریقۂ تعزیت کو بدعت قرار دیا ہے۔ دیکھئے زاد المعاد (۱/ ۵۰۸)

سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی جس کے رکن فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ اور فضیلۃ الشیخ عبدالرزاق عفیفی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر علماء ہیں، انھوں نے مروجہ طریقۂ تعزیت کو مکروہ اور کتاب و سنت اور خلفائے راشدین سے غیر ثابت قرار دیا ہے۔
دیکھئے فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (۹/ ۱۴۰)

تنبیہ: ہفت روزہ اہل حدیث لاہور اور ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اس مضمون کا شاندار اور تفصیلی رد لکھا ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

☆......☆......☆

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۱۸)

[انوار السنن فی تحقیق آثار السنن، محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے جو قسط وار ضرب حق سرگودھا میں چھپتی رہی ہے۔ شیخ محترم کی وفات کے بعد کافی لوگوں کا اصرار تھا کہ یہ سلسلہ دوبارہ شروع کریں، لہٰذا قسط (۱۸) سے اب باقاعدہ ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو میں، اس کی اشاعت کا آغاز کیا جارہا ہے۔ وللہ الحمد]

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ

نمازِ عشاء سے متعلق (احکام ومسائل کا) باب

۲۰۷) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُؤَخِّرُوْا الْعِشَاءَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ.)) رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَه وَ التِّرْمِذِيُّ وَ صَحَّحَهُ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انھیں حکم دیتا کہ وہ عشاء کو ایک تہائی یا آدھی رات تک مؤخر کریں۔

اسے احمد (۲/۲۵۰) ابن ماجہ (۶۹۱) اور ترمذی (۱۶۷) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۸) وَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنْتَظَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ حَتَّى ذَهَبَ نَحْوٌ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ قَالَ: فَجَاءَ فَصَلّٰى بِنَا ثُمَّ قَالَ: ((خُذُوْا مَقَاعِدَكُمْ فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ وَ إِنَّكُمْ

تَزَالُوْا فِي صَلٰوةٍ مُنْذُ انتظَرْتمُوْهَا وَ لَوْ لَا ضَعْفُ الضَّعِيْفِ وَ سَقَمُ السَّقِيْمِ وَ حَاجَةُ ذِي الْحَاجَةِ لَأَخَّرْتُ هَذِهِ الصَّلٰوةَ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ.))

رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمَذِي وَ ابْن خُزَيْمَة وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

اورابوسعید (الخدری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا حتیٰ کہ رات کا تقریباً آدھا حصہ گزر گیا، پھر آپ آئے تو ہمیں نماز پڑھائی (اور) فرمایا:

''اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو کیونکہ لوگ تو سو گئے ہیں اور تم جب سے انتظار کر رہے ہو نماز ہی میں ہو۔ اگر کمزور کی کمزوری، بیمار کی بیماری اور ضرورت مند کی ضرورت نہ ہوتی تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر کر دیتا۔''

اسے ترمذی کے سوا پانچوں (ابوداود: ۴۲۲، نسائی ۱/ ۲۶۸ ح ۵۳۹، ابن ماجہ: ۶۹۳، احمد ۳/ ۵) اور ابن خزیمہ (۱/ ۱۷۷ ح ۳۴۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۹) وَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَ صَلِّ الْعِشَاءَ أَيَّ اللَّيْلِ شِئْتَ وَ لاَ تَغْفُلْهَا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

اورنافع بن جبیر (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر بھیجا تھا کہ عشاء کی نماز رات کے جس وقت چاہو پڑھ لو اور اس سے غافل نہ ہونا۔

اسے طحاوی (۱/ ۱۵۹) نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

انوارالسنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے ضعیف ہونے کی دو بڑی دلیلیں ہیں:

اول: امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ ثقہ امام عابد فقیہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ دیکھئے الفتح المبین (ص ۶۷، ۶۸) اور التعلیق الحسن (ص ۱۹۴، تحت حدیث: ۳۸۴)

حافظ ابن حجر کا انھیں طبقہ ثانیہ میں ذکر کرنا صحیح نہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ وہ طبقۂ ثالثہ میں سے ہیں۔

دوم: حبیب بن ابی ثابت بھی مدلس ہیں۔ (کما تقدم:۱۶۱)

دونوں مدلسین عن سے روایت کرر ہے ہیں۔ نیز دیکھئے حدیث سابق (۱۰)

۲۱۰) وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا إِفْرَاطُ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ؟ قَالَ: طُلُوْعُ الْفَجْرِ . رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

قَالَ النِّيْمَوِيُّ: دَلَّ الْحَدِيْثَانِ عَلٰى أَنَّ وَقْتَ الْعِشَاءِ يَبْقَى بَعْدَ مُضِيِّ نِصْفِ اللَّيْلِ إِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَلَا يَخْرُجُ بِخُرُوْجِهِ فَبِالْجَمْعِ بَيْنَ الْأَحَادِيْثِ كُلِّهَا يَثْبُتُ أَنَّ وَقْتَ الْعِشَاءِ مِنْ حِيْنَ دُخُوْلِهِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ أَفْضَلُ وَ بَعْضُهُ أَوْلٰى مِنْ بَعْضٍ وَأَمَّا بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ فَلَا يَخْلُوْ مِنَ الْكَرَاهَةِ .

اورعبید بن جریج (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: نمازِ عشاء میں افراط کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: طلوعِ فجر۔

اسے طحاوی (۱/ ۱۵۹) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

نیموی نے کہا: یہ دونوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نمازِ عشاء کا وقت آدھی رات گزرنے کے بعد طلوعِ فجر تک باقی رہتا ہے اوراس (آدھی رات) کے نکلنے سے وقت ختم نہیں ہو جاتا۔

تمام احادیث کے درمیان جمع وتطبیق کے ذریعے سے ثابت ہوتا ہے کہ عشاء کا وقت شروع ہونے کے بعد آدھی رات تک افضل ہے اوراس کا بعض حصہ دوسرے سے بہتر ہے اور آدھی رات کے بعد والا وقت کراہت سے خالی نہیں۔

انوارالسنن: اس کی سند صحیح ہے۔

اگر تقلیدی تعصب اور فرقہ وارانہ غلو کا مظاہرہ نہ ہو تو جمع وتطبیق کا راستہ سب سے بہترین راستہ ہے، بشرطیکہ سب روایات صحیح ہوں اور ہم اسی راستے پر گامزن ہیں۔

والحمدللہ

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّغْلِيْسِ

اندھیرے (میں صبح کی نماز پڑھنے) کے بارے میں باب

۲۱۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز میں مومنہ عورتیں دوپٹوں میں لپٹی ہوئی حاضر ہوتی تھیں، پھر جب نماز ختم ہوجاتی تو وہ گھروں کو واپس لوٹتی تھیں۔ اندھیرے کی وجہ سے کوئی بھی انھیں پہچان نہیں سکتا تھا۔

اسے شیخین (بخاری:۵۷۸، مسلم:۶۴۵) نے روایت کیا ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

اس میں من الغلس (اندھیرے کی وجہ سے) کے الفاظ اصل حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے ہیں اور انھیں بعد کے راوی کی طرف سے مدرج قرار دینا غلط ہے۔

۲۱۲) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَ الْعَصْرَ وَ الشَّمْسُ حَيَّةٌ وَ الْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَ الْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَ إِذَا قَلُّوْا أَخَّرَ وَ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کو (زوال آفتاب کے بعد) پڑھتے تھے اور عصر کی جب سورج روشن ہوتا اور مغرب کی جب سورج غروب ہوتا پڑھتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہوتے تو عشاء کی نماز جلدی پڑھ لیتے اور اگر تھوڑے ہوتے لیٹ پڑھتے تھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

اسے شیخین (بخاری:۵۶۵، مسلم:۶۴۶) نے روایت کیا ہے۔

انوارالسنن: اس روایت میں مضارع پر کان کا لفظ آیا ہے جو عام طور پر اگر قرینۂ صارفہ نہ ہو تو ماضی استمراری کے معنی میں آتا ہے۔ کَانَ یَمْشِيْ والی ایک روایت کے بارے میں عبدالقیوم حقانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''جبکہ کان استمرار کے لئے آیا ہے۔''

(توضیح السنن ج ا ص ۱۴۱)

ایک اور مقام پر عبدالقیوم حقانی نے لکھا ہے: ''کیونکہ لفظ ''یبول'' مضارع کا صیغہ ہے پھر جب اس پر کان داخل ہو جائے تو اس کا مدلول استمرار ہوتا ہے'' (توضیح السنن ج ا ص ۲۴۳)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا عام معمول اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھنے کا تھا۔

تنبیہ: توضیح السنن کے حوالے بطورِ الزام اس لئے پیش کئے ہیں کہ یہ بہت سے تقلیدی علماء مثلاً محمد حسن جان دیوبندی، سمیع الحق دیوبندی، محمد فرید زروبئ، ڈاکٹر شیر علی شاہ، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار اور زاہد الحسینی وغیرہم کی مصدقہ اور پسندیدہ کتاب ہے۔

۲۱۳) وَعَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((**نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَأَخْبَرَنِي بِوَقْتِ الصَّلٰوةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ.**)) فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَ رُبَّمَا أَخَّرَهَا حِيْنَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلٰوةِ فَيَأْتِي ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَ يُصَلِّى الْمَغْرِبَ حِيْنَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّى الْعِشَاءَ حِيْنَ يَسْوَدُّ الأُفُقُ وَ رُبَّمَا أَخَّرَهَا حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّاسُ وَ صَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرٰى فَأَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلٰوتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيْسَ حَتَّى مَاتَ، وَلَمْ يَعُدْ إِلٰى أَنْ يُسْفِرَ .
رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدْ وَ ابْنُ حِبَّانَ وَ فِيْ إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَالزِّيَادَةُ غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ .

اور ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

سنا: ''جبریل نازل ہوئے تو انھوں نے مجھے نماز کا وقت بتایا۔ میں نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی، پھر نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر نماز پڑھی، پھر نماز پڑھی۔'' آپ نے (پانچ) انگلیوں کے ساتھ پانچ نمازوں کا حساب کیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز سورج ڈھلتے ہی پڑھی اور کبھی کبھار جب گرمی تیز ہوتی تو (سفر میں) آپ اسے تاخیر سے پڑھتے تھے۔ میں نے دیکھا آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور سورج روشن بلند تھا، اس سے پہلے کہ اس پر زردی آئے، پھر نماز سے فارغ ہو کر آدمی سورج ڈوبنے سے پہلے ذوالحلیفہ (چھ میل کے فاصلے پر ایک مقام) پہنچ جاتا تھا اور مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی پڑھتے تھے اور جب اُفق کالا ہوتا تو عشاء کی نماز پڑھتے اور کبھی کبھار اسے لیٹ کر دیتے تاکہ لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ آپ نے صبح کی نماز ایک دفعہ اندھیرے میں پڑھی، پھر دوسری دفعہ روشنی میں پڑھی، پھر اس کے بعد وفات تک آپ کی نماز اندھیرے ہی میں رہی، آپ نے صبح کی نماز دوبارہ روشنی میں نہیں پڑھی۔

اسے ابوداود (۳۹۴) اور ابن حبان (الاحسان: ۱۴۹۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مقال (کلام) ہے۔ اور (وفات تک اندھیرے میں صبح کی نماز والا) اضافہ محفوظ نہیں (یعنی ضعیف) ہے۔

انوار السنن: حسن ہے۔

ابن خزیمہ (۳۵۲) حاکم (۱/۱۹۲۔۱۹۳) اور خطابی وغیرہم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن اس سند میں ایک علت قادحہ ہے: امام زہری مدلس ہیں۔ (تقدم: ۲۹)

اور یہ سند عن سے ہے۔ امام زہری کی تدلیس کے علاوہ باقی ساری سند حسن لذاتہ ہے۔

اسامہ بن زید اللیثی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔ حافظ ابن عدی نے کہا: عبداللہ بن وہب اُن سے اچھا نسخہ روایت کرتے ہیں۔

(الکامل لابن عدی ۲/۶ے شاملہ)

یہ روایت بھی اُن سے ابن وہب نے بیان کر رکھی ہے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اور اسامہ کی حدیث حسن درجے تک پہنچتی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۶/۳۴۳)

لہٰذا اسامہ پر نیموی صاحب نے جو بعض محدثین کی جرح نقل کی ہے، وہ جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مرجوح اور غیر صحیح ہے۔ نیز دیکھئے حدیث: ۲۱۶ کا حاشیہ

مستدرک الحاکم (۱/ ۱۹۰) وغیرہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"مَا صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا الْآخِرِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک کسی نماز کو اپنے آخری وقت میں نہیں پڑھا۔

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے اور حاکم و ذہبی دونوں نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ سنن ابی داود والی مذکورہ حدیث بھی اس شاہد کی بنا پر حسن ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/ ۴۵۶ وسندہ حسن)

بَابُ مَاجَاءَ فِي الْإِسْفَارِ

روشنی میں (صبح کی نماز پڑھنے) سے متعلق باب

۲۱۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰى صَلٰوةً بِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا إِلَّا صَلٰوتَيْنِ: جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَلِمُسْلِمٍ: قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ .

عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کوئی نماز اپنے (عام روزمرہ کے) وقت کے علاوہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے دو نمازوں کے۔ آپ نے (مزدلفہ میں) مغرب اور عشاء کی دو نمازیں جمع کیں اور صبح کی نماز اپنے (روزمرہ کے) وقت سے پہلے پڑھی۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۶۸۲، مسلم: ۱۲۸۹) نے روایت کیا ہے۔

اور مسلم (۱۲۸۹ ب) کی (ایک) روایت میں ہے کہ اپنے وقت سے پہلے اندھیرے میں۔

انوار السنن: یہ حدیث فجر کی نماز روشنی میں پڑھنے کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس کا مطلب

صرف یہ ہے کہ مزدلفہ کی رات کے بعد والے دن صبح کی نماز آپ نے صبح ہوتے ہی یعنی اذان کے فوراً بعد (دو رکعتیں پڑھ کر) پڑھ لی۔ اگر کوئی شخص اذان کے آدھا گھنٹہ بعد صبح کی نماز پڑھے تو اس وقت زبردست اندھیرا ہوتا ہے، جبکہ بعض تقلیدی ''حضرات'' اذانِ فجر کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔ اذان کے آدھا گھنٹہ بعد نماز پڑھنے والا اگر پانچ چھ منٹ پہلے یہ نماز پڑھ لے تو سب کہتے ہیں کہ بہت زیادہ اندھیرے میں نماز پڑھی گئی ہے، لہٰذا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کا صرف یہ مطلب ہے کہ عام دنوں میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی جاتی تھی اور مزدلفہ میں حج والے دن تو عام دنوں کی بنسبت بہت زیادہ اندھیرے میں یہ نماز پڑھی گئی، لہٰذا نیموی صاحب کی تاویل اور استدلال باطل ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: جو لوگ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کے مخالف ہیں، اس حدیث میں ان کی کوئی دلیل نہیں۔ الخ (فتح الباری ۴/ ۶۲۰ طبع دار طیبہ)

۲۱۵) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلٰوتَيْنِ، كُلَّ صَلٰوةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْعِشَاءُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ، قَائِلٌ يَقُوْلُ: طَلَعَ الْفَجْرُ وَ قَائِلٌ يَقُوْلُ: لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ. ثُمَّ قَالَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

((إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَقْتِهِمَا فِيْ هَذَا الْمَكَانِ، الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوْا وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ.))

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّيْ هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلٰوةَ فِيْ هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: هُمَا صَلٰوتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا: صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ. قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ.

اورعبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ (!، رحمہ اللہ/ تابعی) سے روایت ہے کہ میں عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا، پھر ہم مقامِ جمع (مزدلفہ) پہنچے تو انھوں نے دونمازیں علیحدہ علیحدہ ایک اذان اورایک اقامت کے ساتھ پڑھیں اور عشاء (رات کا کھانا) ان کے درمیان تھا، پھر فجر کی نماز طلوعِ فجر کے وقت پڑھی اور کہنے والا کہتا تھا: ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی، پھر انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دونوں نمازیں اپنے (عام) وقت سے اس مقام پر ہٹادی گئی ہیں: مغرب اورعشاء۔ پس لوگ مزدلفہ میں نہ آئیں حتیٰ کہ خوب اندھیرا کرلیں اورصبح کی نمازاس وقت ہے۔

اسے بخاری (۱۶۸۳) نے روایت کیا ہے۔

اور بخاری (۱۶۷۵) کی (دوسری) روایت ہے کہ جب فجر طلوع ہوئی۔ انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اس مقام پر یہ نماز اس وقت نہیں پڑھتے تھے۔ عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہ دونوں نمازیں اپنے وقت سے ہٹائی گئی ہیں: مغرب جو مزدلفہ پہنچنے کے بعد پڑھی جاتی ہے اورنمازِ فجر جو فجر پھوٹتے ہی پڑھی جاتی ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۲۱۶) وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((**أَسْفِرُوا الصَّلٰوةَ الْفَجْرَ فَإِنَّ ذَلِكَ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ.**)) أَوْ قَالَ: ((**لِأُجُوْرِكُمْ.**)) رَوَاهُ الْحُمَيْدِيُّ وَ أَصْحَابُ السُّنَنِ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ .

اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فجر کی نماز روشنی کر کے پڑھو، کیونکہ اس میں تمھارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔'' یا فرمایا: ''تمھارے لیے اجر ہیں۔''

اسے حمیدی (بتحقیقی: ۴۱۰) اوراصحابِ سنن (ابوداود: ۴۲۴، ترمذی: ۱۵۴، نسائی ۱/۲۷۲ ح ۵۴۹، ابن ماجہ: ۶۷۲) نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

انوارالسنن: اس کی سند حسن ہے اورشواہد کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے۔

اسے ابن حبان (۱۴۸۸) وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن یہ حدیث منسوخ ہے۔

منسوخیت کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے وفات تک کوئی نماز اپنے آخری وقت میں نہیں پڑھی۔ دیکھئے حدیث سابق: (۲۱۳)

اب چند آثار پیشِ خدمت ہیں:

۱: عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے فجر کی نماز پڑھتا تھا اور اگر میرا بیٹا مجھ سے تین ہاتھ دور ہوتا تو میں اسے پہچان نہیں سکتا تھا، اِلا یہ کہ وہ بات کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۲۰ ح ۳۲۳۶ وسندہ صحیح)

۲: سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۲۰ ح ۳۲۳۹ وسندہ صحیح)

۳: عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، وہ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے، (عمرو بن دینار نے کہا:) وہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو ہم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو نہیں پہچانتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۲۰ ح ۳۲۴۰ وسندہ صحیح)

۴: مغیث بن سُمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی، پھر میری طرف عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) نے دیکھا تو میں نے کہا: یہ کیا؟ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ، ابوبکر اور عمر کے ساتھ ہماری یہی نماز تھی، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ نماز روشنی کر کے پڑھی۔ (سنن ابن ماجہ: ۶۷۱، وسندہ صحیح، بیہقی ۱/ ۴۵۶، طحاوی ۱/ ۱۷۶)

یہ نماز روشنی کر کے پڑھی کا مطلب یہ ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ نماز روشنی کر کے پڑھی تھی۔ اس سے یہ مطلب نکالنا محلِ نظر ہے کہ بعد میں وہ ہمیشہ روشنی میں فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ واللہ اعلم

۵: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ گزر چکا ہے کہ انھوں نے فرمایا: صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔ (آثار السنن: ۱۹۹، الموطأ ۱/ ۸ وسندہ صحیح)

ان آثار سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کا معمول فجر کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھنا تھا۔ اور یہی راجح ہے اور مکہ مدینہ میں اسی پر عمل ہے۔

سنت کے سائے میں

ازقلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ترجمہ: حافظ ندیم ظہیر

ایمان اور اسلام کے بغیر آگ سے نجات ممکن نہیں ہے

عَنْ عَمرِو بْنِ شُعَيْبٍ ، عَنْ أَبِيْهِ ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ ، فَقَالَ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ، فَأَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَبِيْ أَوْصَى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ ، وَ إِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ وَ بَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً ، أَفَأُعْتِقَ عَنْهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم :((إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ ، اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ ، أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ ، بَلَغَهُ ذٰلِكَ .))

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو گردنیں ، یعنی غلام آزاد کیے جائیں ، لہٰذا اس کے بیٹے ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیے ، پھر اس کے بیٹے عمرو (رضی اللہ عنہ) نے اس کی طرف سے باقی پچاس غلام آزاد کرنے چاہے تو کہا: میں (اس سے متعلق پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں ۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والد نے سو گردنیں (غلام) آزاد کرنے کی وصیت کی ہے ، جبکہ (میرے بھائی) ہشام (رضی اللہ عنہ) نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیے ہیں اور پچاس اس کے ذمے باقی ہیں ۔ کیا میں اس کی طرف سے (غلام) آزاد کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ مسلمان ہوتا ، پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو (اس کا ثواب) اسے پہنچ جاتا ۔'' (سنن أبی داود کتاب الوصایا ، باب ماجاء في وصیته الحربي یسلم ولیه أیلزمه أن ینفذها ، ح ۲۸۸۳ وسنده حسن)

فقہ الحدیث:

۱: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آگ سے نجات اور جنت میں داخلہ صرف ایمان اور اسلام کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ جہنمی ہے اور اعمالِ صالحہ اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔

۲: کافر و مشرک کو صدقے کا ثواب نہیں پہنچتا اور نہ دعا ہی انھیں کوئی فائدہ دیتی ہے۔

۳: مسلم و مومن کو صدقات اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۲۷۶/۴، سورۂ نجم: ۳۹)

٤: فوت شدہ اور کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے۔

۵: مسلمان کے لیے کافر کی وصیت پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔

٦: یہ حدیث دلیل ہے کہ صدقہ کافر کے لیے مفید نہیں، جبکہ مسلمان کو مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے۔

۷: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔

۸: جلیل القدر صحابی سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بڑی منقبت اور فضیلت ثابت ہو رہی ہے کہ انھیں جو مسئلہ درپیش تھا اس میں رائے کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا اور اہل ایمان کا ہر دور میں یہی طریقہ رہا ہے۔ وہ تمام مسائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی حدیث وسنت کو مرکز ومحور جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے بنائے اور انھی میں شمار کرے۔ (آمین)

۹: امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند (۳۵۴/۲ وسندہ حسن) میں فرمایا:

"حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُبْنُ سَلَمَةَ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((ابْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "العاص کے دونوں بیٹے

مومن ہیں۔'' اوران دونوں سے مراد ہشام وعمرو رضی اللہ عنہما ہیں، جیسا کہ السنن الکبریٰ للنسائی (۸۱/۵ ح ۸۳۰۰) میں ہے۔

غالب یہی ہے کہ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنے باپ کی طرف سے غلام آزاد کیے تھے۔ اگر اسے بعداز اسلام متصور کیا جائے تو پھر اس میں دلیل ہے کہ عدم نص کی صورت میں اجتہاد جائز ہے، لیکن جب دلیل معلوم ہو جائے تو پھر اجتہاد جائز نہیں اور نہ اس (دلیل) سے انحراف ہی جائز ہے۔

۱۰: جلیل القدر صحابی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت کہ انھوں نے علم یاد کیا اور اسے چھپایا نہیں، بلکہ امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے انھوں نے جس طرح سیکھا اسی طرح آگے بیان کر دیا، فَلِلّٰہِ دَرُّہٗ ''اوراس کے کیا کہنے ہیں۔'' انھوں نے ''الصحیفة الصادقة'' تحریر کیا، ان سے ان کے پوتے شعیب نے اسے روایت کیا اور ان سے ان کے بیٹے ثقہ امام عمرو بن شعیب نے سنا، پھر اسے لوگوں کے لیے بیان کیا۔ اس میں دلیل ہے کہ روایت بالوجادة والإجازة جائز ہے اور یہی راجح ہے، جیسا کہ کتب اصول حدیث وغیرہ میں ہے۔

میں نے مسند حمیدی (ح ۵۹۶ مخطوط ص ۴۰۹۔۴۱۳) کی تحقیق وتخریج میں ''روایت عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده'' کی حجیت پر بعنوان: ''خلاصة التحقیق في حدیث عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده'' سیر حاصل بحث کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس کی طباعت آسان بنائے۔ (آمین)

حافظ بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''راجح یہی ہے کہ جمہور محدثین نے اس (سلسلے) سے حجت پکڑی ہے......اس کی تفصیلی بحث تصنیف لطیف ''بذل الناقد بعض جهده فی الإحتجاج بعمرو بن شعیب عن أبیه عن جده'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔''

(محاسن الاصطلاح ص ۴۸۱)

تصنیف : امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ ترجمہ و تحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اثبات عذاب القبر

(قسط:۱)

اور (قبر میں ، میت سے) فرشتوں کا سوال (پوچھ گچھ) کرنا جیسا کہ شریعت میں آیات کریمہ اور احادیث کے ذریعے سے (ہم تک) پہنچا ہے، اس امت کے سلف صالحین کے اقوال بھی اسی کی تائید کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے تحت عقلاً بھی اس کا صدور جائز ہے۔

باب ۱: اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں (قبر میں) فرشتوں کے سوال وجواب کے وقت اہلِ ایمان کی ثابت قدمی کا بیان

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔''

۱) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب مومن اپنی قبر میں گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں اور وہ محمد ﷺ کو (اللہ کے رسول کی حیثیت سے) پہچان لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾

''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔'' کا یہی مطلب ہے۔''

یہ حدیث امام بخاری نے صحیح بخاری میں بیان کی ہے۔

---

۱) ابراھیم: ٢٧ ، صحيح البخاري ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في عذاب القبر حديث: ١٣٦٩ وصحيح مسلم ، كتاب الجنة ـ١ باب عرض مقعد الميت من الجنة حديث: ٢٨٧١ـ

۲) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''بلا شبہ جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس یہ ہے اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراہیم:۲۷] ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔''

۳) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے آیت: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراہیم:۲۷] ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔'' کے بارے میں روایت ہے کہ جب آدمی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آکر اسے کہتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ تو فرشتہ اسے کہتا ہے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ فرشتہ اسے کہتا ہے: تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ دنیا کی زندگی (اور آخرت) میں ثابت قدمی ہے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ جب آدمی کے پاس قبر میں دو فرشتے آتے ہیں۔

٤) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن اور کافر کا ذکر کیا۔ (راوی نے کہا: میرے استاد نے) پھر بہت سی چیزیں ذکر کیں جو مجھے یاد نہیں رہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جب مومن سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراہیم:۲۷] ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں

---

۲) صحيح، سنن أبي داود، كتاب السنة، باب الْمَسْأَلَةِ في القبر وعذاب القبر حديث:٤٧٥٠ و اللفظ، صحيح البخاري: ١٣٦٩، صحيح مسلم: ٢٨٧١۔

۳) صحيح، مصنف ابن أبي شيبة ٣ / ٣٧٧ح ٣٤٧٦٨ و تفسير ابن جرير الطبري ١٣/ ١٤٢، وانظر الحديث الآتي :٨۔

٤) صحيح، یہ روایت مستدرك حاكم (١/ ٣٩) میں مختصراً موجود ہے۔ اور اس کی سند حسن ہے اس کے شواہد کے لئے دیکھئے حدیث سابق ۱تا۳۔ یہ روایت اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔

(بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔''

۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: ﴿**يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ**﴾ [ابراہیم: ۲۷] ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''یہ وہ بات ہے کہ جب آدمی کو قبر میں کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: اللہ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں۔ وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آئے تو میں اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اسے کہا جاتا ہے: تو نے سچ کہا۔ تو نے اسی (عقیدے) پر زندگی گزاری ہے اور اسی پر تجھے موت آئی اور جب اللہ چاہے گا تو اسی پر اُٹھائے گا۔

٦) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم تمھیں کوئی حدیث سناتے ہیں تو اس کی تصدیق اللہ کی کتاب سے لے آتے ہیں۔ بے شک جب مسلمان کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے (تو) اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ یعنی اور تیرا نبی کون ہے؟ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: پس اللہ اس کو ثابت قدم رکھتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (انھوں نے) فرمایا: پھر اس کی قبر (خوب) پھیلا دی جاتی ہے اور اسے اُس کے لئے راحت بخش (اور آرام دہ) بنایا جاتا ہے۔ پھر انھوں نے آیت: ﴿**يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ**﴾ [ابراہیم: ۲۷] ''اللہ ایمان والوں کو مضبوط

---

۵) صحیح، تفسیر طبري ١٣/ ١٤٣، یہ روایت بلحاظ سند حسن ہے اور شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔

٦) اس کی سند حسن ہے۔ المعجم الکبیر للطبراني ٩/ ٤٦٦ ح ٩١٤٥، تفسیر طبري ١٣/ ١٤٢، ١٦/ ١٦٥۔

حافظ ہیثمی نے اسے ''اسنادہ حسن'' کہا ہے۔ مجمع الزوائد ٣/ ٥٤، ھناد بن السری فی الزھد ١/ ٢١٤ ح ٣٥٢ و عبداللّٰہ بن احمد فی السنة ٢/ ٦٠٠ ح ١٤٢٩۔

قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔" پڑھی۔

اور جب کافر کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے (تو) اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے پھر اسے کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: مجھے پتا نہیں تو اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے، پھر عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے (یہ آیت) پڑھی:

﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَاِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى﴾

[طٰهٰ: ١٢٤] اور جو شخص میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لئے (قبر میں) تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

۷) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آیت: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراہیم: ۲۷] "اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔" (کی تفسیر میں) فرمایا: یہ قبر میں سوال جواب ہے۔ (فرشتہ) کہتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ اور آخرت میں بھی اسی طرح ہوگا۔

باب ۲: اس آیت کریمہ میں کافروں سے عذاب قبر کا جو وعدہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ [إبراهيم: ٢٧] "اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

۸) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آیت: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراہیم: ۲۷] "اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا

---

۷) ضعيف، السنن الكبرىٰ للنسائي ٦/ ٣٧٢ ح ١١٢٦٥، والمعجم الكبير للطبراني ١١/ ٤٣٧ ح ١٢٢٤٣۔

شریک بن عبداللہ القاضی مدلس ہیں۔ مجھے اس روایت میں اُن کے سماع کی تصریح نہیں ملی۔ "اور آخرت میں بھی اسی طرح ہوگا" کو چھوڑ کر باقی روایت شواہد کی رُو سے صحیح ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر ۵ وغیرہ۔

۸) صحيح، دیکھئے حدیث سابق: ۲

ہے۔" عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسے (قبر میں) کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان: اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

۹) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (آیت) ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراہیم:۲۷] "اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔" عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ روایت صحیح مسلم میں ہے۔

۱۰) (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [ابراہیم:۲۷] "اللہ ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے۔"
(سے مراد) گواہی ہے جس کے بارے میں لوگوں سے مرنے کے بعد، اُن کی قبروں میں سوال کیا جاتا ہے۔
(محمد بن عون) نے کہا: میں نے عکرمہ سے پوچھا: وہ (گواہی) کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: لوگوں کو توحید اور محمد ﷺ کے (ساتھ) ایمان کے بارے میں پوچھا جاتا ہے، اور کہا: ﴿وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے" اس گواہی سے بھٹکا دیتا ہے تو وہ کبھی یہ (سچی) گواہی نہیں دے سکتے۔ اسی طرح دوسروں نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۱) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " قبر والوں کو میرے

---

۹) صحیح مسلم ، کتاب الجنة ، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه حديث: ٢٨٧١/ ٧٤۔

۱۰) إسناده ضعيف جدًا، محمد بن عون متروک ہے۔ (التقریب وغیرہ)
لیکن اس روایت کے متعدد شواہد بھی ہیں، مثلاً دیکھئے حدیث سابق: ۷ وغیرہ، لہٰذا اس کا مفہوم صحیح ہے۔

بارے میں آزمایا جاتا ہےاور یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾[ابراھیم:۲۷] ''اللہ، ایمان والوں کومضبوط قول کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔'' ایک روایت میں ہے: یہ آیت غالباً آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۱۲) مجاہد سے روایت ہے کہ اللہ، ایمان والوں کو مضبوط قول کے ساتھ دنیا کی زندگی میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ (آیت) عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

باب۳: (محمد) مصطفیٰ ﷺ کا اس کی خبر دینا کہ مومن اور کافر دونوں سے قبر میں سوال ہوتا ہے، پھر مومن ثابت قدم رہتا ہےاور کافر کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۳) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہےاور اس کے ساتھی واپس مڑتے ہیں تو بے شک وہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر اُس کے پاس دو فرشتے آ کر کہتے ہیں کہ تو اس آدمی، یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ پس جو مومن ہو تو وہ کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، پھر اسے کہا جاتا ہے: اپنا آگ والا ٹھکانا دیکھ، اللہ نے تجھے اسکے بجائے

---

۱۱) إسناده ضعيف جدًا، محمد بن عمر الواقدی متروک ہے۔
دیکھئے تهذيب التهذيب وغیرہ، تاہم سابقہ روایات کی روشنی میں اس روایت کا مفہوم بالکل صحیح ہے۔

۱۲) صحيح، اس روایت میں سفیان اور ابن أبي نجيح دونوں مدلس ہیں۔
تفسیر ابن جریر (۱۳/ ۱٤٤، ۱٤٥) میں اس کا ایک شاہد ہے جس سے یہ روایت حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ سابقہ روایات کی رو سے یہ روایت صحیح ہے۔

۱۳) صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب عرض مقعدا لميت من الجنة والنار عليه حديث: ۲۸۷۰/ ۷۲۔

تنبیہ۱: یہاں پر ''هذا الرجل'' سے مراد غائب ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر۶۴ اور یہی تحقیق حافظ ابن حجر کی ہے۔
دیکھئے فتاوی علمائے حدیث (ص ۲۶۴)

تنبیہ۲: عبدالوہاب بن عطاء کی روایت کے لئے دیکھئے نمبر۱۴۔

جنت میں ٹھکانا دے دیا ہے تو وہ دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے۔'' یہ روایت صحیح مسلم میں ہے اور عبدالوہاب بن عطاء نے اسے تفصیلاً بیان کیا ہے۔

۱۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار (کی ایک چاردیواری) میں داخل ہوئے تو آپ نے کوئی آواز سنی جس سے آپ گھبرا گئے، پھر آپ نے فرمایا: ''یہ قبروں والے کون (لوگ) ہیں؟''

صحابہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ (قبروں والے) لوگ جاہلیت میں مرے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب، آگ کے عذاب اور دجال کے فتنے سے۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اور یہ (عذاب قبر) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بے شک اس امت کے لوگ (پہلے لوگوں کی طرح) اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں۔ جب مومن کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے (تو) اس کے پاس فرشتہ آتا ہے جو اسے کہتا ہے: تو کس کی عبادت کرتا تھا؟

پس اگر اللہ اسے ہدایت عطا کر دے تو وہ کہتا ہے: میں اللہ کی عبادت کرتا تھا، پھر اسے کہا جاتا ہے: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''ان (چند سوالوں) کے علاوہ اور کسی چیز کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جاتا، پھر اسے آگ کے ایک گھر کی طرف لے جایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: یہ تیرا آگ میں ٹھکانا تھا، مگر اللہ نے تجھے بچا لیا اور تجھ پر رحمت کر کے تجھے اس کے بدلے جنت میں گھر دے دیا ہے، تو وہ کہتا ہے: مجھے چھوڑو، میں جا کر اپنے گھر والوں کو خوشخبری دیتا ہوں۔ اسے کہا جاتا ہے: اطمینان سے یہیں ٹھہرے رہو۔

اور جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے (تو) اس کے پاس فرشتہ آتا ہے جو اسے سختی سے

---

۱۴) صحیح،سنن أبي داود ، کتاب السنة ، باب المسألة فی القبر حدیث:۴۷۵۱ ، مسند أحمد ۳/ ۲۳۳ ، ۲۳۴۔ یہ روایت شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

ڈانٹ کر پوچھتا ہے: تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے: مجھے پتا نہیں۔ اسے کہا جاتا ہے: نہ تو تو نے اپنی عقل سے کام لیا اور نہ (نبیوں کی) پیروی کی۔

پھر اسے کہا جاتا ہے: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے: میں وہی کہتا تھا جو (عام) لوگ کہتے تھے۔

پھر وہ (فرشتہ) لوہے کے ایک ہتھوڑے کے ساتھ اس کے کانوں کے درمیان مارتا ہے تو وہ بڑے زور سے چیختا ہے۔ انسانوں اور جنوں کے سوا (اس کے اردگرد کی) تمام مخلوقات یہ چیخ و پکار سنتی ہیں۔

۱۵) انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بندے کو اُس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اُس کے ساتھی اُس (کو دفنانے) سے واپس مڑتے ہیں حتی کہ وہ اُن کے جوتوں کی آواز (چاپ) سنتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں، پھر اسے کہتے ہیں: تو اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

اگر وہ مومن تھا تو کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اسے کہا جاتا ہے کہ آگ میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ، اس کے بدلے میں اللہ نے تجھے جنت میں ٹھکانہ دے دیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ (شخص) دونوں ٹھکانے اکٹھے دیکھتا ہے۔'' (انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد) قتادہ (تابعی) نے کہا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ اُس کی قبر ستر ہاتھوں کے برابر کھول دی جاتی ہے اور قیامت تک کے لئے اسے سرسبز (وشادابی) سے بھر دیا جاتا ہے۔

پھر وہ (قتادہ) انس کی حدیث کی طرف لوٹ گئے (اور) کہا: ''اور کافر یا منافق ہو تو اسے کہا جاتا ہے: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے: مجھے پتا نہیں۔ میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ (یعنی اندھا دھند تقلید کرتا تھا) تو اسے کہا جاتا ہے: نہ تو نے

---

۱۵) متفق علیه، صحیح البخاري، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال حدیث: ۱۳۳۸، و صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه، حدیث: ۲۸۷۰/ ۷۰۔

(اپنی) عقل سے کام لیا اور نہ (انبیاء کی) پیروی کی۔

پھر اسے کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے (پوری سختی سے) مارا جاتا ہے تو وہ (زور سے) چیختا ہے۔ انسانوں اور جنوں کے علاوہ اس کے اردگرد کی مخلوقات اس (چیخ و پکار) کو سنتی ہیں۔ یہ روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں (بھی) ہے۔

۱۶) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس مڑتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں، پھر کہتے ہیں: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا؟

اگر وہ مومن تھا تو کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اسے کہا جاتا ہے: دیکھو اپنا آگ والا ٹھکانا، اللہ نے اسے بدلا کر تجھے جنت میں ٹھکانا دے دیا ہے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس وہ ان دونوں (ٹھکانوں) کو اکٹھے دیکھتا ہے۔'' یہ روایت صحیح مسلم میں (بھی) ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ قتادہ (تابعی) نے کہا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس کی قبر ستر ہاتھ کھول دی جاتی ہے اور دوبارہ زندہ ہونے والے دن (قیامت) تک سرسبز (وشادابی) سے بھر دی جاتی ہے۔

۱۷) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورج کو گرہن لگا تو میں نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ (میری بہن عائشہ) بھی کھڑی تھیں۔ میں نے اُن سے کہا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

تو انھوں نے (عائشہ) نے اپنے ہاتھ کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی

---

۱۶) صحیح مسلم: ۲۸۷۰/ ۷۰ ، دیکھئے حدیث سابق: ۱۵

۱۷) **متفق علیه** ، صحیح البخاري ، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ حدیث: ۷۲۸۷ ، صحیح مسلم ، کتاب الکسوف ، باب ما عرض علی النبي ﷺ حدیث: ۹۰۵ ، و موطأ إمام مالك ۱/ ۱۸۸۔

سورج گرہن لگا ہے)اورزبان سے کہا: سبحان اللہ میں نے کہا: کوئی خاص نشانی ہے؟

تو انھوں نے اشارے سے جواب دیا:

جی ہاں، لہٰذا میں (بھی) کھڑی ہوگئی (اور نماز پڑھنے لگی) حتیٰ کہ مجھ پر غشی آنے لگی، پھر میں اپنے سر پر پانی انڈیلتی رہی۔

جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا:

''کوئی چیز بھی ایسی نہیں جسے میں نے نہیں دیکھا تھا، مگر (آج اسے) اپنے اس مقام پر دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھا ہے، اور مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تمھیں دجال کے فتنے کے برابر یا قریب، آزمایا جائے گا۔''

(راوی نے) کہا:

مجھے یاد نہیں کہ اسماء (رضی اللہ عنہا) نے (برابر یا قریب) کون سے الفاظ کہے تھے۔

تم میں سے جب کسی آدمی کو لایا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے: تمہارے یا تیرے پاس اس آدمی کے بارے میں کیا علم ہے؟

جو مومن یا صاحب یقین ہوتا ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ اسماء (رضی اللہ عنہا) نے کون سے الفاظ کہے تھے، ''تو وہ کہتا ہے: وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہمارے پاس واضح دلیلیں اور ہدایت لے کر آئے تو ہم نے قبول کیا اور ایمان لے آئے اور آپ کی پیروی کی، تو اسے کہا جاتا ہے: آرام سے سوجا، ہم جانتے تھے کہ تو یقیناً مومن ہے۔''

اور منافق یا شکی آدمی، مجھے یہ یاد نہیں کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کون سے الفاظ کہے تھے؟'' وہ کہتا ہے: مجھے پتا نہیں۔ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تو وہ بات کہہ دی۔''

اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

☆......☆......☆

ابوالحسن انبالوی

ظہور احمد حضروی کوثری کے تناقضات... پر ایک نظر

ظہور احمد نے لکھا: ''مسند بزار'' کے مصنف اور مشہور محدث امام احمد بن عمرو بزار رحمہ اللہ کے بارے میں بھی زبیر علی زئی دوغلی پالیسی پر گامزن ہے، چنانچہ علی زئی نے ان کی روایت کردہ ایک حدیث (جو زبیر علی زئی کے موقف کے خلاف تھی) کو معلول (ضعیف) قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: حافظ بزار بذاتِ خود متکلم فیہ ہے......'' (تناقضات ص ۶۲)

تجزیہ: حافظ بزار محدث رحمہ اللہ پر اگرچہ کلام کیا گیا ہے، لیکن وہ ثقہ وصدوق ہیں اور یہی بات شیخ محترم رحمہ اللہ کا مقصود تھا۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث (شمارہ: ۲۳ ص ۲۹، ۳۰)

لیکن ظہور احمد نے جھوٹ اور خیانت کا سہارا لیتے ہوئے ''متکلم فیہ'' تو لکھ دیا لیکن انھیں صفحات پر حافظ بزار رحمہ اللہ کی جو توثیق پیش کی گئی تھی اسے حذف کر دیا... تاکہ اپنے تئیں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل اور شکست خوردہ دل کو تسکین پہنچا سکیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے حافظ بزار رحمہ اللہ کو اپنی کتاب ''**ذکر أسماء من تکلم فیه وهو موثق**'' میں ذکر کیا ہے، یعنی امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک حافظ بزار رحمہ اللہ کا شمار ان راویوں میں ہوتا ہے جنھیں متکلم فیہ قرار دیا گیا ہے لیکن وہ ثقہ ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی محدث رحمہ اللہ نے بھی حافظ بزار رحمہ اللہ متکلم فیہ لکھنے کے بعد انھیں ثقہ وصدوق ثابت کیا ہے۔ وللہ الحمد

ظہور احمد کی کتاب ''تناقضات...'' چھپنے سے کافی عرصہ پہلے شیخ محترم نے ایک شخص کا رد کرتے ہوئے لکھا تھا: ''صاحب تجزیہ نے کہا: ''زبیر علیزئی صاحب امام بزار رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کرتے ہیں اور ان کی توثیق کے قائل نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا قول کیسے پیش کر سکتے ہیں۔'' (محققانہ تجزیہ ص ۱۱۵)

یہ جھوٹ ہے کیونکہ میرے نزدیک امام بزار ثقہ یخطئ اور صدوق حسن الحدیث ہیں اور متعدد مقامات پر میں نے ان کی بیان کردہ احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۱۲) ماہنامہ الحدیث (۲۳ ص ۳۰) میں بھی خطیب بغدادی اور ابوعوانہ وغیرہما سے محدث بزار کا ثقہ وصدوق ہونا نقل کیا گیا ہے۔'' (فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام ۲/ ۳۴۰)

اسی طرح اپنی علمی، تحقیقی اور مایہ ناز کتاب ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' (ص ۴۱۸)

میں لکھتے ہیں: ''بعض الناس نے میرے بارے میں یہ جھوٹ بولا ہے کہ میں محدث بزار کی توثیق کا قائل نہیں ہوں۔ یقیناً انھیں ایک دن اس جھوٹ کا حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ''

متکلم جب خود اپنے کلام کی وضاحت کر دے تو پھر ظہور جیسے لوگوں کی چہ مگوئیوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟؟!! افسوس! اتنی زبردست وضاحت کے باوجود ظہور ملبس و خائن اپنے ''تناقضات'' کا پیٹ بھرتا رہا ہے۔

ظہور احمد حضروی لکھتا ہے: ''زبیر علی زئی نے لکھا: ہم تمام ثقہ تابعین اور ائمہ مسلمین مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ...

اس بیان میں زبیر علی زئی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو صراحتاً ثقہ تابعین میں شمار کر رہا ہے، لیکن دوسری طرف...'' (تناقضات...ص ۵۵)

تجزیہ: یہ محض ظہور کی جہالت کا اظہار ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نہ تابعی ہیں اور نہ کبھی شیخ محترم رحمہ اللہ نے انھیں تابعین میں شمار کیا ہے!! صراحتاً تو درکنار اس سے اشارتاً بھی تابعی ثابت نہیں ہوتا۔ ؎ دِل کے بہلانے کو خیال اچھا ہے!

کیا ظہور صاحب ''اور'' کے فرق کو سمجھنے سے عاجز ہیں؟ کیا ''ظہور احمد اور مرزا غلام احمد'' میں کوئی فرق نہیں؟ اگر ظہور احمد اور مرزا غلام احمد میں فرق ہے تو ''ثقہ تابعین اور ائمہ مسلمین میں کیوں نہیں؟؟''

اردو کی مشہور لغت ''فیروز اللغات'' (ص ۱۴۳) میں اَور کو بمعنی ''یا'' اور ''پھر'' بھی لکھا گیا ہے، جس سے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ''ہم ثقہ تابعین پھر ائمہ مسلمین مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ'' یعنی شیخ محترم نے امام ابوحنیفہ کو تابعین کی بجائے ائمہ مسلمین میں شمار کیا ہے۔ اگر ظہور صاحب کی مراد کو تسلیم کیا جائے تو پھر مذکورہ عبارت سے لازم آئے گا کہ امام ابوحنیفہ سے لے کر امام ابن ماجہ رحمہم اللہ تک سب تابعین میں سے ہیں جو کہ صریح غلط ہے اور اسے ظہور سمیت آل دیوبند میں سے کوئی بھی ماننے کو تیار نہیں ہے۔ ظہور کی اس سعی نامراد سے ظہور کی جہالت کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لوگ کس قدر کھوکھلے ہو چکے ہیں کہ اپنی ساکھ کو بحال کرنے کی کوشش میں جھوٹ اور بددیانتی سے بھی نہیں چوکتے!! ع

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

عبداللہ یوسف ذہبی

صدقہ (فضائل ومسائل)

صدقہ کیا ہے؟

ہر وہ چیز جو مسلمان اپنے مال سے قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے، اسے صدقہ کہتے ہیں۔ صدقے کا لفظ زکوٰۃ کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ (۹/ التوبۃ: ۶۰)

لیکن اکثر جب صدقے کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد نفلی صدقہ ہی لیا جاتا ہے اور جو صدقہ فرض ہے اور اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے اسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور نفلی صدقہ، دونوں کیلئے قرآن نے ایک اور اصطلاح، انفاق فی سبیل اللہ بھی استعمال کی ہے۔

صدقے کا لفظ بنیادی طور پر صِدق سے نکلا ہے جس کا معنی سچائی ہوتا ہے۔ صدقے کو صدقہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ صدقہ دینے والے کے ایمان کی سچائی کی دلیل ہوتا ہے، یعنی جو شخص اپنا مال اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرتا ہے وہ پکا اور سچا مومن ہوتا ہے، کیونکہ کوئی منافق یا کافر تو بغیر کسی ذاتی غرض کے اپنا مال خرچ نہیں کرتا۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ)) (صحیح مسلم:۲۲۳)

یعنی صدقہ (آدمی کے مومن ہونے کی) حجت اور دلیل ہے۔

صدقے کی اہمیت ومقام ومرتبہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((إِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَدَقَتُهُ))
''بلاشبہ قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔''

(صحیح ، مسند أحمد ٤/ ٢٣٣ ح ١٨٢٠٧ ، ابن خزیمه : ٢٤٣٢ ، ٢٤٣١)

یعنی روز قیامت کا صدقہ سائے کی طرح ہوگا جو اسے قیامت کی شدت وحدت سے محفوظ رکھے گا۔ دیکھئے مرقاۃ المفاتیح

مال خرچ کرنے والا اس لحاظ سے بھی بہتر اور افضل ہے کہ وہ ''دینے والوں'' میں سے ہے، لینے والوں میں سے نہیں اور نبی کریم ﷺ نے دینے والے کو بہتر قرار دیا ہے۔ جس کا ہاتھ ہمیشہ اوپر رہتا ہے یعنی وہ لوگوں میں مال خرچ کرتا ہے اور کسی سے سوال کرتا ہے اور نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَ السُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ)) ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا خرچ کرنے والے کا ہاتھ ہے اور نیچے کا مانگنے والے کا۔''

(صحیح بخاري : ١٤٢٩ ، صحیح مسلم : ١٠٣٣)

صدقہ کن کے لیے؟

مسلمان اپنا مال رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کہاں اور کیسے خرچ کرے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفلی صدقہ بھی انہی لوگوں کو دیا جا سکتا ہے جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کے مصارف مشہور ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کر دیا ہے: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۶۰﴾ (۹/ التوبۃ: ۶۰)

صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اوران پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اوران کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کے لیے (خرچ کرنے کے لیے ہیں) یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔

درج بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صدقات کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱) فقراء: ایسے محتاج اور ضرورت مند لوگ جو اپنی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہوں۔

۲) مساکین: جن کے پاس اتنا مال نہ ہو جو ان ضرورتوں کیلیے کافی ہو، اور وہ لوگوں سے سوال بھی نہ کرتے ہوں۔

۳) عاملین: وہ لوگ جنہیں لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے اور جمع کرنیکے لیے مقرر کیا گیا ہو۔

۴) مولفۃ القلوب: تالیف قلب کی کئی قسمیں ہیں: جیسے کافروں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے، مسلمانوں کو اسلام پر قائم رکھنے اوران کے اسلام کو پختہ کرنے کے لیے یا کچھ لوگوں کو اس لیے مال دیا جائے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کریں اور انہیں دشمنوں کے نقصان سے بچائیں۔

۵) گردنیں آزاد کرانا: غلام آزاد کرانا یا کفار کے قبضے سے مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے۔

۶) قرض دار: قرض دار کئی طرح کے ہوتے ہیں: کچھ وہ ہیں جنہوں نے کسی کی ضمانت دی اور وہ مال دینے سے انکاری ہو گیا اور انہیں ضمانت دینے کی وجہ سے چٹی یا تاوان ادا کرنا پڑا یا کسی کو کاروبار وغیرہ میں نقصان ہوا جس کی وجہ سے اس کا سارا مال تباہ ہو گیا اور وہ لوگوں

کا مقروض ہو گیا یا کسی شخص کا قرض لینا اور وہ اسے ادا کرنے کی نیت بھی رکھتا تھا لیکن کوئی ایسا حادثہ وغیرہ رونما ہو گیا جس کی وجہ سے وہ قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، ان سب قرض داروں کو زکوٰۃ وصدقات دیے جاسکتے ہیں۔

۷) **فی سبیل اللہ:** اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کو تیار کرنے، اسے ہتھیار و اسلحہ وغیرہ خرید کر دینے یا اس کی ذاتی ضروریات اور اس کے بیوی بچوں کے اخراجات پر مال خرچ کرنا فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔

۸) **مسافر:** ایسا مسافر جس کو دوران سفر میں مال کی ضرورت ہو تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے خواہ وہ اپنے گھر میں کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو۔

یہ صدقہ کرنے والے کی صوابدید ہے کہ وہ دیکھ لے کہ ان مصارف میں سے کہاں خرچ کرنا زیادہ مَوزُوں اور مفید ہے۔ وہ وہاں خرچ کر دے۔

یاد رہے کہ صدقات صرف اور صرف انہی آٹھ مصارف کو دیے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی جگہیں ہیں جہاں مال خرچ کرنا بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے لیکن وہاں زکوٰۃ یا صدقے کے مال سے خرچ کرنا درست نہیں۔ جیسے مساجد کی تعمیر، رفاہِ عامہ کے کام جیسے سڑکیں بنوانا، ٹیوب ویل لگوانا، دینی لٹریچر شائع کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان کاموں پر زکوٰۃ یا صدقات اس لیے خرچ نہیں کیے جاسکتے کہ ان سے سب لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ سڑک پر امیر بھی چلے گا، غریب بھی۔ ٹیوب ویل سے ہر کوئی پانی پیے گا، اسی طرح جب کوئی دینی کتاب شائع ہو گی تو وہ صرف یتیم، مسکین یا فقیر کو تو نہیں دی جائے گی بلکہ سب اس کو پڑھیں گے۔ ان مصارف پر مال خرچ کرنا یقیناً بڑی فضیلت اور ثواب کا کام ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے لیکن زکوٰۃ یا نفلی صدقے کا مال ان پر خرچ نہیں کیا جائے گا۔ اسے ہدیہ، عطیہ یا کوئی اور نام دیا جاسکتا ہے۔

چونکہ نبی ﷺ نے ہر نیکی کو صدقہ قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کو بھی صدقہ کہہ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

دیگر اعمالِ خیر پر صدقے کا اطلاق

لفظ صدقہ عموماً اللہ کی رضا کی خاطر مختلف کارہائے خیر میں اپنا مال خرچ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اپنے اقرباء کی خبر گیری میں محتاجوں کی اعانت میں، مقروض کی مدد اور جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کو صدقہ کہا جاتا ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے بعض احادیث میں مال خرچ کرنے کے علاوہ چند دیگر کاموں کو بھی صدقہ قرار دیا ہے۔

ذکرِ الٰہی اور امر بالمعروف و نہی المنکر صدقہ ہے

۱: عَنْ اَبِی ذَرٍّ ، اَنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ قَالُوا: لِلنَّبِیِّ ﷺ یَارَسُولَ اللّٰہِ ! ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُورِ بِالْاُجُورِ ، یُصَلُّونَ کَمَا نُصَلِّی وَیَصُومُونَ کَمَا نَصُومُ وَیَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ اَمْوَالِھِمْ ، قَالَ: ((**اَوَلَیْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مَا تَصَدَّقُونَ؟ اِنَّ بِکُلِّ تَسْبِیحَۃٍ صَدَقَۃً، وَکُلِّ تَکْبِیرَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَحْمِیدَۃٍ صَدَقَۃً وَکُلِّ تَھْلِیلَۃٍ صَدَقَۃً وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَۃٌ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَفِی بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَفِی بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ**)) قَالُوا: یَارَسُولَ اللّٰہِ! اَیَاتِی اَحَدُنَا شَھْوَتَہُ وَیَکُونُ لَھُ فِیھَا اَجْرٌ؟ قَالَ: ((**اَرَاَیْتُمْ لَو وَضَعَھَا فِی حَرَامٍ اَکَانَ عَلَیْہِ فِیھَا وِزْرٌ !فَکَذٰلِکَ اِذَا وَضَعَھَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَہُ اَجْرًا**)) (صحیح مسلم: ۱۰۰۶)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعض صحابہ نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! مال والے تو ثواب لوٹ کر لے گئے۔ وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد مال سے صدقہ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے صدقے کا سبب نہیں بنایا؟ ہر تسبیح (سبحان اللہ) صدقہ ہے، ہر تکبیر (اللہ اکبر) صدقہ ہے، ہر تحمید (الحمدللہ) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لا إلٰہ الا اللہ) صدقہ ہے،

نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے۔تمہارا (اپنی بیویوں سے) حاجت پوری کرنا صدقہ ہے۔صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ایک شخص اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو اسے اس پر بھی ثواب ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا: بھلا بتاؤ کہ اگر وہ حرام طریقے سے اپنی شہوت پوری کرتا تو اسے گناہ نہ ہوتا! اسی طرح جب وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو ثواب ہوگا۔

لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا بھی صدقہ ہے؟

۲: عَنْ اَبِی مُوْسٰی اَشْعَرِی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((**عَلَی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ**)) فَقَالُوا: یَا نَبِیَّ اللَّهِ فَمَنْ لَمْ یَجِدْ؟ قَالَ: ((**یَعْمَلُ بِیَدِهِ فَیَنْفَعُ نَفْسَهُ وَیَتَصَدَّقُ**)) قَالُوا: فَاِنْ لَمْ یَجِدْ؟ قَالَ: ((**یُعِیْنُ ذَالْحَاجَةِ الْمَلْهُوفِ**)) قَالُوا فَاِنْ لَمْ یَجِدْ؟ قَالَ: ((**فَلْیَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ وَلْیُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ**.))

(صحيح بخاري:١٤٤٥، صحيح مسلم:١٠٠٨)

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔لوگوں نے کہا: جس کے پاس طاقت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔لوگوں نے کہا: اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: کسی حاجت مند کی مدد کرے۔لوگوں نے کہا: اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا: اچھے کام کرے اور برے کاموں سے باز رہے، یہی اس کا صدقہ ہے۔

نابینا کی مدد کرنا اور بھولے کو راہ دکھانا بھی صدقہ ہے

۳: عَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ: ((**تَبَسُّمُكَ فِیْ وَجْهِ اَخِیْكَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَ اَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهْیُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَ اِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِیْ**

اَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ وَ نَصْرُكَ الرَّجُلَ الرَّدِیْءَ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ وَ اِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَ الشَّوْكَ وَ الْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَكَ صَدَقَةٌ وَ اِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِیْ دَلْوِ اَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ .))

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو دیکھ کر تمھارا مسکرانا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ راہ بھولے کو راہ دکھانا تیرے لیے صدقہ ہے، نابینا کی مدد کرنا تیرے لیے صدقہ ہے۔ پتھر، کانٹے اور ہڈی کو راستے سے ہٹا دینا صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے کسی بھائی کے ڈول میں پانی ڈالنا بھی صدقہ ہے۔

(سنن الترمذي: ١٩٥٦ ، وسنده حسن)

اچھی بات کہنا اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی صدقہ ہے

٤: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ:

((كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا اِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيطُ الْاَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انسان کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ لازم ہوتا ہے، ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ اگر وہ لوگوں کے درمیان انصاف کرے تو یہ صدقہ ہے۔ کسی کی سواری کے معاملے میں مدد کرے، اس طرح کہ اسے اس پر سوار کرائے یا اس کا سامان رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے، اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کی طرف جانے کے لیے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے، اگر کوئی راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحيح بخاري:٢٩٨٩ ، صحيح مسلم: ١٠٠٩)

چاشت کی نماز صدقہ ہے

۵: عَنْ بُرَيْدَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: ((فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّونَ مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ اَنْ يَّتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوا وَمَنْ يُّطِيقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ اَلنُّخَامَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيقِ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُكَ.))

(سنن أبي داود، وسنده حسن، اسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے)

ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ ہر انسان پر فرض ہے کہ وہ اپنے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: (اے اللہ کے نبی!) اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم مسجد میں سے تھوک کو صاف کر دو، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دو اگر تم یہ بھی نہ کر پاؤ تو چاشت کی دو رکعتیں تمہارے لیے کافی ہیں۔

ہر نیکی صدقہ ہے

٦: عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ((كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ.)) (صحيح مسلم)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

مسلمان بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے

۷: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ((كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ اَنْ تَلْقَى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ، وَاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ اَخِيكَ.)) (سنن الترمذي وسنده حسن و قال: حسن صحيح)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے اور تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی نیکی ہے اور یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے برتن میں (کوئی چیز) انڈیل دو۔

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

- قرآن و حدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح و حسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و مدلل رد
- اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن و حدیث کے ذریعے اتحاد امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ "الحدیث" حضرو کا بغور مطالعہ کرکے
اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہم مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدردان و مشکور

مکتبہ اسلامیہ کی ایک منفرد اور جدید پیشکش

کتب ستہ میں شامل معروف کتاب سنن ابن ماجہ آسان فہم ترجمہ اور تحقیق و تخریج سے مزین

☆ کئی معتبر اور صحیح ترین نسخوں سے تقابل و موازنہ

☆ صحت و سقم کے اعتبار سے ہر حدیث پر واضح حکم

☆ مختصر مگر جامع و واضح تخریج کا اہتمام

☆ مطبوعہ نسخوں میں پائی جانے والی غلطیوں کی حتی الوسع اصلاح کی گئی ہے۔

☆ سادہ، سہل اور سلیس ترجمہ

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-372 44 973, 372 32 369

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد، پاکستان فون: 041-26 31 204,26 41 204

www.zubairalizai.com alhadith_hazro2006@yahoo.com